مرثیہ

درحال شبیہ پیغمبرؐ حضرت علی اکبرؑ

(بند-۱۲۵)

استاذالاساتذہ نواب مولانا سید اصغر حسین فاخر اجتہادی

(۱)

خورشید آسمانِ فصاحت کلام ہے
دن کو یہ مہر، رات کو ماہ تمام ہے
روشن اِسی کے نور سے دنیا میں نام ہے
میری زباں کو مدحِ شہؑ دیں سے کام ہے
پھیلے ضیا رخِ خلفِ بو ترابؑ کی
تابندگی لحد میں ہو اس آفتاب کی

(۲)

ہیں دائرے حروف کے یا قرص آفتاب
مرکز خط شعاع ہے، صفحہ یہ ہے سحاب
تارے بھی جس سے ماند ہوں نقطے وہ لاجواب
مطلع بہار یہ ہے کہ باغِ جناں کا باب
پھولوں سے ہیں زمین پہ تھالے بھرے ہوئے
گلدستے خوشنما ہیں روش پر دھرے ہوئے

(۳)

کافِ کلامِ نو کی کشش کی ہے یہ صدا
آواز آرہی ہے یہ کوئل کی خوش نما
اس لام سے عیاں ہے اشارہ یہ برملا
لب پر ہے باغبان کے اس باغ کی ثنا
اس کے الف پہ سروِ کشیدہ نثار ہے
مائل شمیم گل پہ نسیمِ بہار ہے

(۴)

ہے بندوبست نظم طلسمات روز گار
اس کا وقار ارض و سما پر ہے آشکار
باہم نقاط عقد ثریا سے باوقار
رنگیں بیانیوں پہ شفق کی بھی ہے بہار
مسطر کے ان خطوں پہ گماں کہکشاں کا ہے
قرطاس نیلگوں میں سماں آسماں کا ہے

(۵)

اس کی زمیں وسیع کہیں اس زمیں سے ہے
ہر نقطہ کی نشست زیادہ نگیں سے ہے
شیرینیٔ کلام سوا انگبیں سے ہے
اس بیت کا وقار و شرف کب مکیں سے ہے
رفعت میں آسمان ہے اس کی زمیں نہیں
اس بیت کا بھی صورت کعبہ مکیں نہیں

(۶)

یہ بیت گو ہے بیت مگر لامکان ہے
اس کا مکیں بھی مثلِ مکاں بے نشان ہے
بے جان خود ہے، پر یہ مصنف کی جان ہے
پستی بھی اس زمیں کی بلند آسمان ہے
انداز مثل برق انہیں کی چمک کے ہیں
ذرے اسی زمیں کے ستارے فلک کے ہیں

(۷)

گلدستے یہ بندھے ہیں کہ بندش میں بند ہیں
باتیں سخنوروں کو دلوں سے پسند ہیں
عین الکمال کے لئے نقطہ پسند ہیں
مانند نجم کوکب مضموں بلند ہیں
خود ناز اپنی فکر پہ طبع رواں کو ہے
رفعت پہ اس زمیں کی حسد آسماں کو ہے

(۸)

پیدا ہو اس زمین میں شان آسمان کی
باقی رہے نہ کوئی جگہ آن بان کی
شہرت مصنفین میں ہو اس بیان کی
فاخرؔ! دکھا دو آج طلاقت زبان کی
مہرِ کمال کو بھی ترقی ہو نام سے
منطق کا نطق بند ہو میرے کلام سے

(۹)

دریا کی طرح جوش پر اے طبع ہو رواں
ہے ماہران فن میں طبیعت کا امتحاں
اہل زباں مقر ہوں کہ بیشک ہے یہ زباں
پُر درد ہو کلام تو حسرت بھرا بیاں
لازم ہے یہ صفت بھی زباں کی صفات میں
دکھ جائے اہل درد کا دل بات بات میں

(۱۰)

خاموش شمع ساں ہو تو کس کام کی زباں
جب تک کوئی نہ لطف ہو وہ ہیچ ہے بیاں
مضمون کہنہ میں بھی نئی بات ہو عیاں
دوش ہوا پہ آج یم طبع ہو رواں
فکر رسا ہے طائرِ مضموں کی گھات میں
پیدا ہو کوئی بات نئی بات بات میں

(۱۱)

در کار بہر نظم ہیں اسباب اس قدر
مسطر کشیدہ پاس ہو قرطاس سربسر
دونوں قلم دوات رواں بھی ہوں بیشتر
ہو شاعروں میں اہل زباں بھی بصد ہنر
بندش بھی صاف صاف ہو حسن بیاں کے ساتھ
فکرِ رسا بھی چاہئے طبعِ رواں کے ساتھ

(۱۲)

جز فکرِ نظم اور نہ فکر و ملال ہو
ہو تازہ تر دماغ طبیعت بحال ہو
تفریحِ سیر باغ سے دل بھی نہال ہو
نقاد ہو، ذہین ہو، نازک خیال ہو
ہو رہبریِ خضر بھی سیاح کے لئے
تائیدِ حق ضرور ہے مداح کے لئے

(۱۳)

یہ سب بہم ہوں جب تو کرے مدح آلؑ پاک
گُل ان کے دشمنوں کے سرِ خس پر ہو خاک
ہوں دوست ان کے شاد، عدوان کے ہوں ہلاک
ذکرِ غم و الم سے کلیجہ ہو چاک چاک
آغاز اب صفت ہو شہؑ مشرقین کی
بعد ثنا بیاں ہو مصیبت حسینؑ کی

(مطلع)(۱۴)

خضر طریق منزل عرفاں حسینؑ ہیں
ہادیٔ راہ وادیٔ ایماں حسینؑ ہیں
زہراؑ و مرتضیٰؑ کے دل و جان حسینؑ ہیں
سبط جناب سید ذیشاں حسینؑ ہیں
گردوں مقام و سرور عالی جناب ہیں
روشن حسب نسب کے حضور آفتاب ہیں

(۱۵)

یہ سوئی سپہرِ کرامت کے ماہ ہیں
اعجاز خود امامت شہؑ پر گواہ ہیں
محتاجِ آستانہ زمانہ کے شاہ ہیں
شبیرؑ گوشوارۂ عرش اللہ ہیں
محکم بنا حضور سے ارض و سما کی ہے
زینت وقار شاہؑ سے عرش عُلا کی ہے

(۱۶)

سچ ہے مزار شاہؑ کی کیا ارض پاک ہے
رفعت کو اس کی دیکھ کے حاسد ہلاک ہے
اس مدح میں مجھے کوئی ڈر ہے نہ باک ہے
خاک شفا حسینؑ کے قدموں کی خاک ہے
سُرّہ علاج خاص ہے امراض گور کا
کحل البصر غبار ہے چشمان کور کا

(۱۷)

اوصافِ ارض پاک ہوں ادنیٰ سے کیا بیاں
خاصانِ حق کے واسطے ہے جائے امتحاں
پاتے ہیں دوستان گنہگار یاں اماں
بوسے اسی زمین کے لیتا ہے آسماں
اس سے زیادہ کون ہے، دنیائے زشت میں
سنتے ہیں جائے گا یہی طبقہ بہشت میں

(۱۸)

کعبہ کی طرح یہ بھی زمیں انتخاب ہے
وہ بیمثال اگر ہے تو یہ لاجواب ہے
یہ جائے روضہ پسرِ بوترابؑ ہے
تسبیح اس کی ہاتھ میں رکھنا ثواب ہے
قربِ الہ عزت و توقیر و جاہ ہے
یہ خاک، ساجدیں کے لئے سجدہ گاہ ہے

(۱۹)

ذروں میں یاں کے نجم سحر سے سوا ہے نور
اکثر کرامتوں کا بھی ہوتا رہا ظہور
راحت مصیبتوں میں، غم و رنج میں سرور
مشتاق اس مقام کے مدت سے تھے حضور
آئی دلی مراد شہؑ مشرقین کی
پہنچی اسی زمیں پہ سواری حسینؑ کی

(۲۰)

تھی دوسری وہ ماہ محرم کی لا کلام
پہنچے جو اس زمیں پہ شہنشاہؑ تشنہ کام
جو لوگ اس جگہ پہ بسے تھے بہ اہتمام
ان کو بلا کے آپ نے حجت بھی کی تمام
لطف و کرم حضور نے بے انتہا کیا
مشروط اس زمیں کو انہیں پر ہبہ کیا

(۲۱)

جودوسخا پہ آپ کی خوش تھے وہ خوش خصال
لیکن مصیبتِ شہؑ دیں کا بھی تھا خیال
رخصت وہ ہوکے گھر کو گئے بادلِ ملال
اتنے میں آگیا پسرِ سعد بد مآل
رنج و الم میں آلِ نبیؐ مبتلا ہوئے
ساحل سے اٹھ کے دشت میں خیمے بپا ہوئے

(۲۲)

خیمہ میں اترے آل نبیؐ بادلِ حزیں
حدت سے آفتاب کی تپتی تھی سب زمیں
بچے جو برگ گل سے زیادہ تھے نازنیں
جلتی ہوئی زمین پہ لوٹے وہ مہ جبیں
حالت کچھ اور ہوگئی اس رنگ و روپ کی
کمہلا گئے وہ پھول حرارت سے دھوپ کی

(۲۳)

وہ خستگی سفر کی ہوئی تھی ابھی نہ کم
چاروں طرف جو پھیل گیا لشکر ستم
ہفتم سے قحط آب کا دل پر ہوا الم
انجام دل میں سوچ رہے تھے شہؑ امم
جو ظلم ہونے والے تھے آنکھوں میں پھر گئے
مولا نویں سے فوج کے نرغہ میں گھر گئے

(۲۴)

آئی شبِ دہم تو قیامت بپا ہوئی
سر ہائے اہلبیتؑ پہ نازل بلا ہوئی
گویا تنوں سے روح ہر اک کی جدا ہوئی
زینبؑ کو صبح قتل کی دہشت سوا ہوئی
بعد دعا یہ فکر تھی زہراؑ کی جائی کو
یارب بچالے صبح کو تو میرے بھائی کو

(۲۵)

آمادہ آج بھی تھا بن سعد جنگ پر
کہتے نہ اپنے بھائی سے گر شاہؑ بحر و بر
تقریر غیظ بھی جو نہ کرتا یہ نامور
مہلت نہ ایک رات کی دیتا وہ بدگہر
خائف رئیس فوج بد انجام ہوگیا
ہیبت سے میرے شیر کی یہ کام ہوگیا

(۲۶)

اب کیا سحر کے ہوتے ہی ہوگی وغا ضرور
سیراب آب سرد سے واں ہیں وہ پرغرور
یاں دو شبانہ روز کے پیاسے ہیں خود حضور
کیوں ہو نہ میرے دل پہ غم و رنج کا وفور
کیسی بنی بنائی الٰہی بگڑ گئی
مجھ کو تو ایک ایک کے جینے کی پڑ گئی

(۲۷)

سیدانیوں کا دھیان ہے بچوں کا ہے خیال
دولہا کا رنج اور دلہن کا غم و ملال
عباسؑ کے الم میں نہ ہوئے گا دل بحال
اکبرؑ کے غم میں ہوگی مری زندگی وبال
سب سے سوا ہے فکر شہ مشرقینؑ کی
جینے مجھے نہ دے گی مصیبت حسینؑ کی

(۲۸)

سنسان کیا یہ رات ہے لوگو کرو نظر
ہے ہے کی آرہی ہیں صدائیں سنو جدھر
کہتا ہے کون ماں کا تمہاری لٹے گا گھر
کل صبح کو جدا کسی بیکس کا ہوگا سر
تشہیر ہوکے جائے گی در بارِ عام تک
زینبؑ اسیرِ دام جفا ہوگی شام تک

(۲۹)

بچے کچھ آج شب کو زیادہ ہیں بیقرار
روتی ہے بہرِ آب سکینہؑ جگر فگار
معصوم کا بیان کروں کیا میں حالِ زار
مہمان کوئی دم کا ہے دنیا میں شیر خوار
کل تک مجھے امید نہیں اس جہاں میں ہو
کیا دور قبل صبح جو باغ جناں میں ہو

(۳۰)

اللہ آج رات بھیانک ہے کس قدر
بچوں کا کیا ہے ذکر بڑوں کو بھی ہے خطر
اٹھ بیٹھتے ہیں خواب سے یہ چونک چونک کر
اصغرؑ دہل نہ جائے کہیں مجھکو ہے یہ ڈر
گردن کے نیچے ہاتھ کو تکیہ کئے رہیں
بچے کو اپنی گود میں بھابھی لئے رہیں

(۳۱)

وہ بھولی بھولی صورتیں کیا ہیں اداس اداس
لب برگ گل سے خشک ہیں اللہ یہ ہے پیاس
خود ان کی زندگی سے ہمیں ہوگئی ہے یاس
چھایا ہوا ہے خوف سے چہروں پہ بھی ہراس
ننّھے سے مارے ڈر کے کلیجے الٹ گئے
سینوں سے اپنی ماؤں کے بچے لپٹ گئے

(۳۲)

پیاسی تمام سبط نبیؐ کی سپاہ ہے
کشتیٔ ہوش بحرِ عطش میں تباہ ہے
چھایا ہوا ہر ایک طرف دود آہ ہے
یہ غم کی رات ہے کہ بلائے سیاہ ہے
تاثیر درد، نالہ وآہ و فغاں میں ہے
روشن چراغ ہیں، پر اندھیرا مکاں میں ہے

(۳۳)

لی مہلت ایک شب کی جو شہؑ نے سبب یہ تھا
اک رات اور کرلیں ادا طاعت خدا
ان دشمنوں سے ہوگی دم صبح پھر وغا
جن ظالموں کو شاق ہے جینا حسینؑ کا
آمادہ ظلم وجور پر افواج شام ہے
پیاسے ہیں اس کے خون کے جو تشنہ کام ہے

(۳۴)

مصروف ہیں عبادت حق میں شہؑ انام
ذکر رکوع سجدہ وتسبیح سے ہے کام
نیت ادھر کی آپ نے پھیرا ادھر سلام
تھے مائل اطاعت حق تابعِ امام
ذکرِ خدا تلاوتِ قرآں سے کام ہے
عبّاد ایک ایک مطیعِ امامؑ ہے

(۳۵)(مطلع)

یہ ذکر تھا کہ غم کی نمایاں سحر ہوئی
زینبؑ کا رنج اور بڑھا چشم تر ہوئی
بنت علیؑ کے ساتھ ہر اک نوحہ گر ہوئی
بانو کو بھی بکائے حرم کی خبر ہوئی
کی عرض آکے روتے ہیں سب زارزار کیوں
ہنگام صبح آپ ہوئیں اشکبار کیوں

(۳۶)

زینبؑ نے تب کہا کہ ہوئی کون سی سحر
جس کی کہ دے چکے ہیں مرے جد مجھے خبر
بھائی کا میرے آج جدا تن سے ہوگا سر
برباد دو پہر میں مری ماں کا ہوگا گھر
غدار لوٹنے کے لئے گھر میں آئیں گے
سیدانیوں کو لوٹ کے بندی بنائیں گے

(۳۷)

بتلاؤ اب تمہیں کہ نہ روؤں تو کیا کروں
رو رو کے اپنے حق سے نہ کیوں کر دعا کروں
تقدیر کی برائی کا کس سے گلا کروں
وہ دل کہاں سے لاؤں جو یہ دکھ سہا کروں
ہوتے نہ قتل سامنے سرورؑ تو خوب تھا
مرجاتی پہلے بھائی کے خواہر تو خوب تھا

(۳۸)

یہ سن کے روئیں حضرت بانوؔ بھی زار زار
آئی بصد ملال سکینہؑ جگر فگار
ماں کے پھوپھی کے ساتھ ہوئی یہ بھی اشکبار
بولی کہ تشنگی سے مرا دل ہے بیقرار
دنیا میں میرے واسطے کیا قحط آب ہے
پانی پلایئے کہ کلیجہ کباب ہے

(۳۹)

یہ سن کے روئیں اور سوا زینبؑ حزیں
بولیں بصد ہراس کہ اے مری مہ جبیں
قربان تیری پیاس کے پانی کہیں نہیں
دیکھو کہ نیم جان ہے یہ طفلِ نازنیں
قطرہ بھی آب کا نہیں بے شیر کے لئے
ساری مصیبتیں ہیں یہ شبیرؑ کے لئے

(۴۰)

دیکھو تمہارے باپ کا بے آب کیا ہے حال
پیاسا ہے تین روز سے خیر النسا کا لال
ہم سب سے بڑھ کے آپ کو ہے تشنگی کمال
پانی پئے ہوؤں سے اب آغاز ہے جدال
بے حال تشنگی سے شہؑ مشرقین ہیں
سیراب سب جہان ہے پیاسے حسینؑ ہیں

(۴۱)

مایوس ہو کے دل سے یہ بولی وہ مہ جبیں
دشمن ہے ہم سبھوں کا بن سعد بالیقیں
اس سنگ دل سے رحم کی امید کچھ نہیں
پانی کی ایک بوند بھی دے گا نہ یہ لعیں
کچھ رحم قلب ظالم بے پیر میں نہیں
پانی سکینہؑ اب تری تقدیر میں نہیں

(۴۲)

ناموس کا یہ حال ہے شہؑ کی سنو خبر
سب رات کی عبادت معبود میں بسر
مشغولِ ذکرِ حق تھے ابھی شاہِؑ بحروبر
دوچار تیر آکے گرے جا نماز پر
تھا قصد جا پڑوں میں شغالوں کے غول پر
عباسؑ اٹھ کھڑے ہوئے تلوار تول کر

(۴۳)

آگے بڑھے غضب میں جو عباسؑ نامور
کہنے لگے یہ بھائی سے سلطان بحروبر
آؤ ابھی نہ غیظ میں اے میرے شیرِ نر
رخصت طلب ہیں جنگ کے انصار خوش سیر
چھوڑو نہ ساتھ فاطمہؑ زہراؑ کے لال کا
موقع ابھی نہیں ہے تمہاری جدال کا

(۴۴)

لے لے کے اذن شہؑ سے رفیقان تشنہ کام
جاتے تھے رن میں بہر وغائے سپاہ شام
لڑ بھڑ کے سو سے ایک بڑھاتا تھا اپنا نام
مولا کے کام آگئے آخر وہ سب غلام
تا ظہر قتل ہوگئے وہ خیر خواہ بھی
ہونے لگے شہید عزیزانِ شاہؑ بھی

(۴۵)

گھوڑے سے لو برادر شاہِؑ امم گرا
سقائے بنت سید عالی ہمم گرا
دریا کے پاس فوج خدا کا علم گرا
زخمی دل حسینؑ پہ اک کوہِ غم گرا
تکلیف درد ہجر سے شہؑ کو خبر ہوئی
بازو کے ساتھ غم سے شکستہ کمر ہوئی

(۴۶)

کیا دور ہے جو ہوں یہ خیال، شہؑ زماں
شائد شہید ہوگئے عباسؑ نوجواں
بیکس کو دے رہا ہے خبر قلبِ ناتواں
یوں خود بخود جھکا نہیں قد صورتِ کماں
رنج فراق تاب و تواں میری کھو گیا
سیدھا میں کیا ہوں بند کمر قطع ہوگیا

(۴۷)

کیا دخل یوں شہید نہ ہوتا وہ شیرِ نر
چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہوگی فوج شر
سرکھ لگاتا کیا کوئی شمشیر شعلہ ور
لیکن عقب سے تیغیں پڑی ہونگی ہاتھ پر
بے دست قرب نہر علمدار ہوگئے
صدمہ سے میرے ہاتھ بھی بیکار ہوگئے

(۴۸)

مشکیزہ پر پڑا نہ ہو تیر آکے ناگہاں
پانی کے ساتھ خون بہا ہوگا بے گماں
خوں ناب اشک آنکھ سے میری بھی ہیں رواں
ہے آہ سرد قلب فسردہ سے بھی عیاں
موجوں کا بھی قرار اسی غم سے کھوگیا
ٹھنڈا علم رسولؐ کا دریا پہ ہوگیا

(۴۹)

ساحل پہ چل کے اپنے برادر کی لیں خبر
زندہ ابھی ہے یا کہ جہاں سے کیا سفر
ایسا نہ ہو جدا کرے گردن سے کوئی سر
گھوڑے کہیں سوار نہ دوڑائیں لاش پر
جس کا مجھے ہے خوف وہ احوال ہو نہ جائے
قاسمؑ کی طرح لاش بھی پامال ہو نہ جائے

(۵۰)

بیتاب ہوکے آئے برادر کی لاش پر
روئے بدرد و یاس شہنشاہؑ بحروبر
اکبرؑ بھی آئے پاس پدر کے بہ چشم تر
کی عرض شاہِؑ دین سے ہاتھوں کو جوڑکر
ڈر ہے کہ اہلبیتؑ تڑپ کر نکل نہ آئیں
چلئے حرم میں دختر حیدرؑ نکل نہ آئیں

(۵۱)

مجبور ہوکے گھر کو چلے شاہؑ کربلا
ڈیوڑھی پر اہلبیتؑ کو دیکھا بصد بکا
سب کو حرم میں لے گئے شاہنشہؑ ہُدا
تسکین دے کے صبر کا حکم آپ نے دیا
میدان رہ خدا کا کوئی دم میں صاف ہے
یہ اضطراب مرضی حق کے خلاف ہے

(۵۲)

باہر گئے یہ کہہ کے شہنشاہؑ بحروبر
ہمشکل مصطفیٰؐ بھی چلے ہمرہِ پدر
کی عرض راستہ میں یہ ہاتھوں کو جوڑ کر
دیجئے مجھے رضائے وغائے سپاہِ شر
رن میں وغا طلب سپہ روم و شام ہے
اب کون ہے حضور ہیں یا یہ غلام ہے

(۵۳)

سب قتل شہؑ کے ہوگئے انصارؑ با وفا
رن میں شہید ہوگئے حضرت کے اقربا
یاور حضور کا کوئی باقی نہیں رہا
واجب مجھے ہے اب مدد شاہؑ کربلا
ترک وجوب خوب نہیں ہے عذاب ہے
اس بیکسی میں باپ کی خدمت ثواب ہے

(۵۴)

شہؑ نے کہا کہ راست یہ تقریر ہے مگر
بیٹا ہمارے دل کی تمہیں کیا ابھی خبر
میری طرح جو آپ بھی رکھتے جواں پسر
جب کرتے قدر باپ کی اے پارۂ جگر
مرنے کا اذن دیتے اسے دیکھ بھال کے
رکھ دیتے برچھیوں میں کلیجہ نکال کے

(۵۵)

یہ بھی مجھے قبول ہے اے پارہ جگر
دیتا ہوں میں رضائے وغائے سپاہ شر
لیکن یہ ایک شرط ہے اے غیرت قمر
ماں سے پھوپھی سے بھی تو رضا لو بچشم تر
گو صدمۂ فراق بہت ناگوار ہے
رخصت وہ دیں تو خیر تمہیں اختیار ہے

(۵۶)

تسلیم کرکے گھر کو چلا وہ بصد بکا
آیا پھوپھی کے پاس یہ کہتا وہ مہ لقا
کاہے کو ہم کو دے گا کوئی رخصت وغا
اچھا نہ دے ہمیں کوئی میدان کی رضا
آیا ذرا بھی فرق اگر آن بان میں
پائے گا پھر ہمیں نہ کوئی اس جہان میں

(۵۷)

بولیں یہ سن کے حضرت زینبؑ بصد ملال
فق فق ہے چہرہ چاند سا، کیا ہے تمہارا حال
یہ برہمی ہے کس لئے اے مرے نونہال
کیا مجھ سے لینے آئے ہو تم رخصت جدال
دردِ دل و جگر میں مجھے مبتلا کرو
کب روکتی ہوں میں تمہیں جاؤ وغا کرو

(۵۸)

حاصل نتیجہ ہوں گے یہ ہی تم کو پال کے
مٹ جائیں گے ریاض سب اٹھارہ سال کے
ہم کو مٹائے جاتے ہو گر دیکھ بھال کے
پہلو سے لیتے جاؤ کلیجہ نکال کے
آسان سمجھے ہو مرے درد جگر کو تم
جائے اِدھر یہ جان سدھارو اُدھر کو تم

(۵۹)

مہماں عدو ہوں موت کے مہمان تم نہ ہو
شادی کے سب دھرے رہیں سامان تم نہ ہو
کھولوں میں سر کے بال پریشان تم نہ ہو
میں ہوں جہاں میں اور مری جان تم نہ ہو
ہوجاؤں قید شام میں جانے کے واسطے
زندہ رہوں میں ٹھوکریں کھانے کے واسطے

(۶۰)

مرنے کی اپنی موت سے میں التجا کروں
جینے کی اپنے لال کے حق سے دعا کروں
جانے دوں یا کہ روک کے تم کو خفا کروں
بنتی نہیں مجھے کوئی تدبیر کیا کروں
مشتاق گر جہاد رضائے خدا کے ہو
بہتر یہ ہے کہ ماں سے بھی طالب رضا کے ہو

(۶۱)

کی عرض پہلے آپ دیں اذن وغا مجھے
ماں سے بھی پھر ضرور ملے گی رضا مجھے
میں کیا کہوں کہ زیست ہے دشوار کیا مجھے
اک دم بھی ناگوار ہے آب و ہوا مجھے
کھاؤں ہوائیں گلشنِ عنبر سرشت کی
سیریں مجھے نصیب ہوں باغ بہشت کی

(۶۲)

دنیا سے کچھ غرض ہے نہ جینے سے کام ہے
اب مجھ پہ فرض نصرت شاہؑ انام ہے
سنئے وغا طلب سپہ روم و شام ہے
تاخیر ایک آن بھی مجھ پر حرام ہے
نقشے وغا کے شہؑ کی نگاہوں میں پھر نہ جائیں
دشمن کہیں حضور کے اعدا میں گھر نہ جائیں

(۶۳)

دیجئے خدا کے واسطے اب رخصتِ وغا
اماں سے بھی بلا کے دلا دیجئے رضا
یہ کہہ کے قصد پاؤں پہ گرنے کا جب کیا
بیتاب ہو کے حضرتِ زینبؑ نے یہ کہا
دردِ جگر میں خیر مجھے مبتلا کرو
اب تم کو روکتی نہیں جاؤ وغا کرو

(۶۴)

لے آئیں ساتھ مادرِ غمگیں کے پاس جب
بولیں کہ ایک اور بڑھا صدمۂ تعب
جاتا ہے رن کو آپ کا فرزند تشنہ لب
تعجیل کا یہ اور بھی ظاہر ہوا سبب
لاکھوں کی ہے چڑھائی شہؑ مشرقین پر
ایسا نہ ہو کہ ٹوٹ پڑیں سب حسینؑ پر

(۶۵)

بولیں یہ سن کے بانوئے عالم بچشم تر
فرمائیں کچھ نہ آپ کہ مجھکو ہے سب خبر
گرنے لگا جو پاؤں پہ یہ پارۂ جگر
قابو رہا نہ آپ کا اس وقت قلب پر
کیا کچھ ہنسی خوشی انہیں اذنِ وغا دیا
پھوڑے سے دل کو آپ نے اپنے دکھا دیا

(۶۶)

مجبور اس میں آپ بھی ہم بھی ہیں کیا کریں
ہم ذبح بے چھری ہوں یہ رن میں وغا کریں
لازم ہے رنج وغم میں بھی شکر خدا کریں
اللہ سے تحمل دل کی دعا کریں
ظلم و جفا و جور نہ کچھ ناگوار ہو
ٹکڑے جگر کے ہوں، پہ نہ دل بیقرار ہو

(۶۷)

اتنی ہی دیر میں یہ ہوا اور بیقرار
ماں سے پھوپھی سے رو کے یہ بولا وہ دل فگار
ہے سخت موت سے بھی زیادہ اب انتظار
جانے نہ دے گا رن میں کوئی بہر کار زار
کوہِ الم گرے دلِ خانہ خراب پر
یونہی تڑپ تڑپ کے مروں فرش خواب پر

(۶۸)

ماں نے پھوپھی نے اکبرؑ غمگیں سے یہ کہا
ہے ہے یہ کیا زباں سے کہا تم نے مہ لقا
ہم دونوں لاکھ جان سے دلبر پہ ہوں فدا
اب کیوں خفا ہو، لے تو چکے رخصت وغا
قابو کوئی نہیں دلِ پر اضطراب پر
دشمن تمہارے جان دیں یوں فرش خواب پر

(۶۹)

سب بیبیوں سے حضرت زینبؑ نے یہ کہا
لو آسمانِ ظلم و ستم مجھ پہ پھٹ پڑا
جاتا ہے اب وغا کے لئے میرا مہ لقا
یاں آ کے دیکھ لیں حرم پاک مصطفیؐ
مرنے کو کم یہ صدمۂ و رنج وتعب نہیں
امید میرے لال کے آنے کی اب نہیں

(۷۰)

دوڑے یہ سن کے روتے ہوئے آل مصطفیؐ
رنج و الم سے ہوش کسی کے نہ تھے بجا
آ کر یہ سب نے زینبؑ ناشاد سے کہا
سچ ہے کہ موت سے بھی سوا ہے یہ سانحہ
انسان کیا مجال جو یہ دکھ سہا کرے
ٹکڑے ہو دل جو وہ نہ تحمل عطا کرے

(۷۱)

ناگہہ بڑھے یہ در کی طرف سن کے یہ بیاں
ہے سب کو شاق ہجرِ علیؑ اکبرؑ جواں
کیسی کشاکشی میں ہے شہزادۂ زماں
بڑھتے ہیں یہ تو کھینچتی ہیں ان کو بیبیاں
مجمع ہے در پر آلِ رسولؐ انام کا
اٹھا کبھی، گرا کبھی پردہ خیام کا

(۷۲)

بیتاب و بیقرار ہیں فرقت میں بیبیاں
ہے نالہ زن کوئی تو کوئی مائلِ فغاں
ہے ناگوار ہجر میں اپنی کسی کو جاں
کرتا ہے ٹکڑے دل کسی ناشاد کا بیاں
کوہ الم گرا ہے جو ناموسِ پاک پر
پردہ بھی غم سے سر کو پٹکتا ہے خاک پر

(۷۳)

ناگاہ در پہ اکبرؑ عالی نژاد آئے
یہ آئے کیا حبیب خدا سب کو یاد آئے
ماں سے پھوپھی سے لے کے رضا بامراد آئے
غمگیں گئے تھے پیش پدر، شاد شاد آئے
اشکوں سے داغِ ہجر نے دامن بھگو دیئے
ہنستے ہوئے پسر کو جو دیکھا تو رو دیئے

(۷۴)

مسرور ہے پسر تو پدر کو ہے غم کمال
داغِ غمِ فراق سے ہے زندگی وبال
جیتا ہے ان کو دیکھ کے خیرالنساء کا لال
کیونکر نہ اپنے باغ سے ہو باغباں نہال
غنچہ دہن ہیں گلشنِ زہراؑ کے پھول ہیں
احمدؐ کے یادگار شبیہِ رسولؐ ہیں

(۷۵)

آواز دی یہ شوق نے رشکِ پری کو لاؤ
بیتاب و بیقرار کو برقِ خفی کو لاؤ
قوت میں جو ہے پیل دماں اس قوی کو لاؤ
شکل براق اسپ شبیہ نبیؐ کو لاؤ
اس میں بھی کامیاب شبیہ رسولؐ ہے
معراج ان کو خانۂ زیں پر حصول ہے

(۷۶)

آیا عقاب مثل دلہن کے سجا ہوا
شاہ امم سے حکم سواری بھی مل گیا
گردانے دامنوں کو قبا کے یہ مہ لقا
پہنچا فرس کے پاس خوزادہ جہان کا
قرباں ہوا وقار رخ لاجواب پر
لے کر خدا کا نام چڑھے یہ عقاب پر

(۷۷)

لی باگ ہاتھ میں تو چلا یہ بہ کروفر
محوِ نظارہ کیوں نہ ہوں صحرا کے جانور
پریاں یہ جل کے کہتی ہیں رفتار دیکھ کر
او بے خبر، تجھے بھی کسی کی ہے کچھ خبر
تیرے خرام ناز سے نقشہ بدل گئے
دل سیکڑوں کے نیچے سموں کے کچل گئے

(۷۸)

لاکھوں میں فرد یہ بھی ہزاروں میں انتخاب
وہ تھوتھنی کہ نیم شگفتہ ہے یا گلاب
ایسی سبک ہے چال کہ چھلکے نہ جام آب
پھرتا ہے بے مثال پلٹتا ہے لاجواب
کیا مشق مور توڑ میں ہے اس عقاب کو
توڑو جو ایک باگ یہ چومے رکاب کو

(۷۹)

طاؤس و کبک میں کبھی دیکھی نہیں یہ چال
سب دشت ہے بسا ہوا عنبر فشاں وہ بال
ماہ دو ہفتہ نور میں ما تھا وہ بے مثال
پریاں بھی جس سے دنگ ہوں مکھڑا وہ خوش جمال
آنکھوں پہ آہوانِ تتاری نثار ہوں
بھالے کنوتیوں کے کلیجہ کے پار ہوں

(۸۰)

گلگوں نہ کیوں ہو اکبرؑ گلرو کا ہے عقاب
نرگس کے پھول آنکھیں ہیں، رنگت میں ہے گلاب
اس کی روانیوں سے ہے موجوں کو اضطراب
وہ چھوٹی تھوتھنی کہ خجل جس سے ہوں حباب
یہ کم صفت نہیں فرس لاجواب میں
پانی اسے پلایئے جام حباب میں

(۸۱)

رفتار میں نسیم ہے رنگت میں پھول ہے
وسعت جہاں کی تنگ ہے اس سے ملول ہے
کم اس کے آگے عرصۂ محشر کا طول ہے
یہ مرکبِ جنابِ شبیہِ رسولؐ ہے
اندھیاری ہے کہ ابر کا ٹکڑا جبیں پہ ہے
غل ہے براق آج روانہ زمیں پہ ہے

(۸۲)

گلگوں تھا، رشک گل تھا، نسیم بہار تھا
ضیغم تھا، صید گیر تھا، آہو شکار تھا
جن تھا، پری تھا، ابر تھا، گردوں وقار تھا
ہم صورتِ رسولؐ کا وہ راہوار تھا
زیور دلہن کا تھا کہ وہ ساز براق تھا
دو پر بھی حق نے گر دیئے ہوتے، براق تھا

(۸۳)

مہمیز و تازیانہ کی کیا احتیاج ہے
کلغی نہیں ہمائے سعادت کا تاج ہے
ہم صورت براق زمیں پر یہ آج ہے
مثلِ سوار آپ بھی نازک مزاج ہے
آئی ہوا جو پاس مقدم یہ ہوگیا
جنبش ہوئی جو بال کو برہم یہ ہوگیا

(۸۴)

آواز دی یہ پیک نے ہوشیار غافلو
ہو بادۂ غرور میں سرشار غافلو
کھینچو کمر سے تیغ شرر بار غافلو
آتا ہے وہ جوان خبردار غافلو
زہرا نہ کیوں ہو آب سپاہ شریر کا
پوتا ہے یہ دلیر جناب امیرؑ کا

(۸۵)

رخ سے عیاں ہے ہیبت و رعب غضنفری
کیسے لڑے ہیں شیر عقیلؑ و جعفریؑ
کیا نام کر گئے ہیں جوانان حیدریؑ
اس خانداں پہ ختم ہوئی ہے دلاوری
کچھ ان کے آگے کثرت فوج شقی نہیں
ان کا جواب خلق خدا میں کوئی نہیں

(۸۶)

لو آگیا قریب وہ ضیغم سپاہ کے
دو ہیں گواہ شمس و قمر عز و جاہ کے
غیظ و غضب میں ڈھنگ ہیں شیر اللہ کے
بدلے ہوئے ہیں دیکھ لو تیور نگاہ کے
ان کو ہے اختیار سفید و سیاہ پر
بجلی کے ساتھ تیر گریں گے سپاہ پر

(۸۷)

ہے منکسر بھی یہ پسر ابن بوتراب
دم میں کرے گا کاسۂ سر توڑ کر خراب
مہر مبیں کے سامنے ذروں کا کیا حساب
دنیا میں ان کے نام کا روشن ہے آفتاب
جھونکے چلیں گے رن میں جب ان کی حسام کے
جلتے ہوئے چراغ بجھائیں گے شام کے

(۸۸)

پہنچے قریب فوج جو با شوکت و وقار
روکا اسے کبھی جو نہ رکتا تھا راہوار
غصہ کی ہے نگاہ سوئے فوج نابکار
رخ سے جلال شیر الٰہی ہے آشکار
یوں اشتیاق آپ کو ہے کارزار کا
جیسے ہو انتظار اسد کو شکار کا

(۸۹)

کچھ انتظار کر کے پکارا وہ نامور
آتا نہیں وغا کو اُدھر سے کوئی اِدھر
حیراں ہوں میں شجاع و بہادر گئے کدھر
ٹوکے کوئی تو غیظ میں آتا ہے شیر نر
گھبرا رہا ہے دل یہ سبب کیا ہے دیر کا
آئے کوئی شکار تو لقمہ ہو شیر کا

(۹۰)

ناگاہ بہر جنگ صفوں سے جواں بڑھے
بادل بڑھے کہ فوج کے کالے نشاں بڑھے
چنگھاڑتے غرور میں پیل دماں بڑھے
گھوڑا اٹھا کے اکبرؑ ابر و کماں بڑھے
آمد سے زہرا آب ہوا قلب ہل گیا
یہ شیر خود جھپٹ کے شغالوں سے مل گیا

(۹۱)

نکلی ادھر ہر ایک میان مصاف تیغ
تیغوں سے ان کی صاف یہ ہے برخلاف تیغ
کاٹھی میں بیقرار ہوئی خوش غلاف تیغ
کھینچی ادھر بھی آپ نے خارا شگاف تیغ
ہے فرد اپنے رنگ میں ایک اپنے ڈھنگ میں
پانی کی طرح ڈوب یہ جاتی ہے سنگ میں

(۹۲)

لڑنے کو جبر سے ہوئے موجود اہل شر
ان کا کچھ اور شوق بڑھا تیغ کھینچ کر
مانع رہا ادھر نہ کوئی جب نہ کچھ ادھر
آمادہ دونوں ہوگئے جنگ و جدال پر
حسرت بھری ہوئی تھی جو دل میں نکل گئی
اکبرؑ سے فوج شام سے تلوار چل گئی

(۹۳)

ہنگامِ جنگ ہے سر و گردن سے اس کو کام
آئی سپر پہ جب تو اجل کا دیا پیام
بیٹھی جو سر پہ، زیست کا قصہ کیا تمام
بھر کے لہو میں اور ہوئی تیز تر حسام
جوہر نہیں ہیں طائر جاں کو کمند ہیں
دریائے خون میں آگ کے شعلہ بلند ہیں

(۹۴)

اپنی مثال آپ ہے شمشیر بے مثال
دیتی ہے یہ بہار زیادہ دم جدال
کھلتے ہیں پھول زخم کے کیسی ہے اس کی چال
خوں میں بھری تو ہوگئے جوہر بھی لال لال
کیفیتیں چمن کی اسے سب حصول ہیں
گلچیں کی طرح تیغ کے دامن میں پھول ہیں

(۹۵)

اٹکھیلیوں کی چال وہ چلتی ہے بار بار
گرتی ہے بار بار سنبھلتی ہے بار بار
جاجا کے پہلوؤں میں نکلتی ہے بار بار
مثل زمانہ رنگ بدلتی ہے بار بار
ملتی ہے پھر گلے جو کسی دل فگار سے
بوسے دہانِ زخم کے لیتی ہے پیار سے

(۹۶)

مغفر پہ چمکی تیغ سپر کاٹتی ہوئی
سینہ پر آئی گردن و سر کاٹتی ہوئی
پہنچی کمر پہ قلب و جگر کاٹتی ہوئی
آگے بڑھی کچھ اور کمر کاٹتی ہوئی
پشت فرس بھی ہمرہِ زیں کاٹ کراٹھی
جب خود پر گری تو زمیں کاٹ کراٹھی

(۹۷)

ارض و سما کا تیغ ہلالی میں ہے سماں
اس کی کجی پہ صاف مہ نو کا ہے گماں
جوہر ہیں لال یا شفق آلودہ کہکشاں
دریائے آب تیغ ہے میدان میں رواں
انداز برق میں بھی اسی کی چمک کا ہے
قبضہ ہے یا گلوئے بریدہ سمک کا ہے

(۹۸)

یوں تشنگی شاہؑ امم کے عوض لئے
پیاسی لہو کی تھی تو گلے مل کے خوں پئے
ویراں بسے بسائے ہزاروں مکاں کئے
لاکھوں کے رزمگاہ میں ٹکڑے اڑا دئے
کاٹے جو زرہ پوش جواں روم و شام کے
کڑیاں زرہ کی بن گئیں جوہر حسام کے

(۹۹)

کرتا ہے روئے زرد کو بھی سرخرو لہو
دیتا ہے آج بوئے گل آرزو لہو
ہے تا کمر کہیں تو کہیں تا گلو لہو
پھیلا ہے آسمان و زمیں پر لہو لہو
یوں بحر خوں چڑھا سپہ پر عذاب کا
آلودہ خوں سے ہوگیا دامن سحاب کا

(۱۰۰)

بیتاب ہیں سناں کی زبانیں کلام کو
سمجھی ہے جائے امن کمند اپنے دام کو
امید صبح زیست نہیں فوج شام کو
چھپنے کو تیغیں ڈھونڈ رہی ہیں نیام کو
چھایا یہ خوف پیٹ سے ڈھالیں چمٹ گئیں
زرہیں بھی پہلوانوں کے تن سے لپٹ گئیں

(۱۰۱)

بھاگی جو فوج چار طرف سے اٹھا غبار
بدلا چمن کا رنگ خزاں ہوگئی بہار
پژمردگی شاہدِ گل بھی تھی آشکار
مثلِ رخِ مریض ہے روئے زمیں نزار
چھایا ہوا غبار ہے دامن سحاب کا
سونلا گیا ہے گرد سے رخ آفتاب کا

(۱۰۲)

بھگدر پڑی ہے فوج میں کیا انتشار ہے
یوں انقلابِ گردشِ لیل و نہار ہے
کالی گھٹا نہیں ہے یہ چھایا غبار ہے
عالم تمام گرد سے تاریک وتار ہے
روشن یہ کم دلیل نہیں ہے سواد کی
بام فلک پہ سیڑھی لگی گردِ باد کی

(۱۰۳)

دیکھی جو ابن سعد نے یہ حالت سپاہ
کہنے لگا یہ فوج فراری سے کینہ خواہ
اللہ کیا دلیر ہے یہ مرتضیٰؑ کا ماہ
تم کو تو بھاگنے کی بھی ملتی نہیں ہے راہ
سب منتشر حواس ہیں کیا انتشار ہے
شیرِ خدا کے شیر کا مشکل شکار ہے

(۱۰۴)

دشتِ وغا میں پاؤں کسی کا نہ تھم سکا
اک شیر نے ہزار جواں کو بھگادیا
جرأت سے تم سبھوں کی یہ معلوم ہوگیا
اتنے بھی کرسکیں گے نہ ان سے مقابلہ
چاروں طرف سے گھیر کے مارو دلیر کو
لاؤ شکار کرکے مرے پاس شیر کو

(۱۰۵)

یہ سن کے کل سپاہ بڑھی شیر کی طرف
لاکھوں میں گھر گیا تنِ ابنِ شہؑ نجف
تیروں سے جسم پھول سا ہونے لگا ہدف
نیزے اٹھاکے اور قریب آئے صف بہ صف
حضرتؑ کے نور عینؑ کی صورت بگڑ گئی
برچھی ستم کی آکے کلیجہ پہ پڑ گئی

(۱۰۶)

چلنے لگے چہار طرف سے پھر ان پہ وار
نیزہ کہیں پڑا تو کہیں تیغ آبدار
تیروں نے آکے قلب و جگر کردئے فگار
چھٹنے لگی جراحتِ دل سے لہو کی دھار
بہنے سے خوں کے یہ ہمہ تن درد ہوگئے
گل سے عذار لال جو تھے زرد ہوگئے

(۱۰۷)

زخموں سے اور خون بہا جب زیادہ تر
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا شاہؑ کا پسر
تھرا رہا تھا ضعف سے وہ غیرتِ قمر
جھکتے تھے یہ اِدھر کو کبھی اور کبھی اُدھر
طاقت گھٹی جو آپ کے جسمِ نزار کی
گردن میں ہاتھ ڈال دئے راہوار کی

(۱۰۸)

بیہوش ہوگیا جو فرس پر یہ نوجواں
رہوار ان کو لے گیا لشکر کے درمیاں
ناگاہ وار کرنے لگے وہ عدوئے جاں
تن پر ادھر سے تیغ ادھر سے پڑی سناں
رختِ سفید خون سے اعدا نے بھر دیا
سب ٹکڑے ٹکڑے آپ کا اندام کردیا

(۱۰۹)

زیں سے گرے زمین پہ شہؑ کو پکار کر
لیجئے خبر کہ قتل ہوا آپ کا پسر
تن چاک چاک ہوگیا یا شاہِؑ بحروبر
جلد آیئے کہ اب ہے جہاں سے مرا سفر
حسرت یہ ہے کہ سید والا کو دیکھ لوں
مرتے ہوئے میں اپنے مسیحا کو دیکھ لوں

(۱۱۰)

شہؑ نے سنی جو اپنے مسافر کی یہ صدا
کہتے ہوئے چلے یہ شہنشاہؑ کربلا
برچھی سے میرے لال کا ٹکڑے جگر ہوا
زخمی سنانِ غم سے مرا دل بھی ہوگیا
اک کا جگر تو ایک کا دل چاک چاک ہے
بیٹا تمہارے بعد زمانہ پہ خاک ہے

(۱۱۱)

پہنچے پسر کی لاش پہ جس دم شہؑ زماں
دل کی طرح سے بیٹھ گئے شاہؑ انس و جاں
گویا زبانِ حال سے کرتے تھے یہ بیاں
جاتے ہو مجھ کو چھوڑ کے تنہا سوئے جناں
داغ جواں بھی عالم پیری میں سہ گیا
ٹوٹی کمر پہ لاش اٹھانے کو رہ گیا

(۱۱۲)

ہوتی نہ کیوں یہ حالت شاہنشہِ زماں
کڑیل جواں کا داغ ضعیفی میں الاماں
کوہ الم اٹھائے دلِ زار و ناتواں
ہو آنسوؤں میں خون جگر آنکھ سے رواں
تاب و توانِ دل بھی مصیبت پہ کھوگئی
ریشِ سیہ سفید اسی غم سے ہوگئی

(۱۱۳)

زخمی ہوئی جبیں جو پڑی تیغ فرق پر
ٹکڑے سناں سے ہوگئے شہؑ کے دل وجگر
مجروح سر پر آکے پڑا گذر گاؤ سر
مارا کسی نے دوشِ مبارک پہ ایک تبر
زخموں سے خوں بہا تو عجب حال ہوگیا
تیروں سے سینہ آپ کا غربال ہوگیا

(۱۱۴)

پتھر پڑا جبینِ منور پر ایک بار
دامن سے پوچھنے لگے خوں شاہ ذی وقار
ناوک لگا جو دل پہ تو چھوٹی لہو کی دھار
گھوڑے پہ ڈگمگائے ہوا دل جو بیقرار
زیں سے اتارے کون شہؑ مشرقین کو
پہنچایا زخمِ تن نے زمیں تک حسینؑ کو

(۱۱۵)

اب بھی نہ باز ظلم سے آئے وہ نابکار
گھیرے ہوئے ہیں چار طرف سے جفا شعار
تیغیں کبھی پڑیں تو کبھی برچھیوں کے وار
تھا جانب خیام رخِ شاہِ ذی وقار
غش میں ادھر جھکے کبھی اس سمت گر پڑے
جرأت سے یہ اٹھے بھی تو غش کھا کے گر پڑے

(۱۱۶)

غش میں گرا جو خاک پہ حیدرؑ کا یادگار
آیا نہ ہوش جب تو یہ بولے جفا شعار
زندہ ہیں یا شہید ہوئے شاہؑ ذی وقار
کہنے لگا یہ شمرِ ستمگار و نابکار
کچھ لوگ لوٹنے کو چلیں بارگاہ کو
زندہ ہیں گر تو ہوگا تحمل نہ شاہؑ کو

(۱۱۷)

خیمے کے لوٹنے کو چلے جب وہ اشقیا
حضرت نے آنکھ کھول کے غش سے یہ دی صدا
جاتے کہاں ہو زندہ ابھی ہے یہ بینوا
آؤ مجھے شہید کرو رن میں بے خطا
کیسے عرب ہو تم یہ حمیت سے دور ہے
دکھ پائی عورتوں کا بھلا کیا قصور ہے

(۱۱۸)

غارت گری پہ باندھی ہے کفار نے کمر
اس ظلم پر نہیں ہے کسی کو خدا کا ڈر
خیموں کے لوٹنے کو نہ جائے کوئی بشر
جب تک جہاں میں زندہ ہے یہ سوختہ جگر
جانے نہ دے حرم میں جفا کے لئے انھیں
اے ابن سعد روک خدا کے لئے انھیں

(۱۱۹)

کہنے سے ابن سعد کے پلٹے وہ اشقیا
ناگہہ عمر نے شمرِ لعیں کو یہ دی صدا
لے غش میں پھر زمیں پہ گرے سبط مصطفیٰؐ
آتے نہیں ہیں ہوش میں سلطانِ کربلا
ایذا بڑی ہے فاطمہؑ کے نور عین کو
دے جلد کربِ نزع سے راحت حسینؑ کو

(۱۲۰)

یہ سن کے وہ شقی پئے جورو جفا چلا
یوں بہرِ قتل سبط رسولِؐ خدا چلا
خنجر لئے ہوئے سوئے شاہِ ہدٰا چلا
کہنی تک آستین چڑھاتا ہوا چلا
آیا تو کی نظر رخِ شاہِ انامؑ پر
دکھ پر ہیں دکھ حسین علیہ السلام پر

(۱۲۱)

فضہؑ نے در پہ جاکے یہ حضرت کو دی صدا
بیت الحزن میں آیئے جلد اے شہؑ ہدا
روکر پچھاڑیں کھا رہی ہیں بنت مرتضیٰؑ
لاشے سے اپنے لال کے ہوتی نہیں جدا
تیغِ الم سے دل نہ کہیں چاک چاک ہو
ایسا نہ ہو کہ میری خوزادی ہلاک ہو

(۱۲۲)

ماں بھی کھڑی ہے سکتے میں باقلبِ ناتواں
روتی تو ہے پر آنکھ سے آنسو نہیں رواں
لاشہ کو دیکھ دیکھ کے روتی ہیں بی بیاں
سب سے زیادہ حضرتِ زینبؑ ہیں نیم جاں
گرتی ہیں بار بار تنِ پاش پاش پر
ایسا نہ ہو کہ جان ہی دے دیں وہ لاش پر

(۱۲۳)

میت اٹھا کے خیمہ سے لے جایئے حضور
اب ہے یہی علاج پئے قلب ناصبور
آئے حرم میں دل کو سنبھالے شہؑ غیور
زوجہ سے اور بہن سے یہ بولا خدا کا نور
حد سے فغان و نالہ و شیون معاف ہے
رونا یہ بیخودی سے خدا کے خلاف ہے

(۱۲۴)

تسکین دی بہن کو جو شاہؑ انام نے
دل کو سنبھالا زینبؑ عالی مقام نے
بانوؑ نے ہاتھ اٹھائے کلیجہ کو تھام کے
گردانا دامنوں کو قبا کے امامؑ نے
ٹوٹی کمر کچھ اور شہؑ خوش خصال کی
میت اٹھا کے لے گئے پھر اپنے لال کی

(۱۲۵)

فاخرؔ خموش ہوکہ کھلے بیشتر زباں
دریائے طبع تھم کے ذرا اور ہو رواں
جو قصد بہرِ نظم تھا کر اب اسے بیاں
انجام مرثیہ میں پھر آغاز ہو عیاں
لطف زباں بھی رنگ بھی، شیریں کلام بھی
یہ مرثیہ تمام بھی ہے نا تمام بھی

رباعی

ہے ماتم اہل بیتؑ میں بیت اللہ
پوشش ہے سیاہ سنگِ اسود ہے گواہ
زمزم نہ کہو کعبہ ہے گریاں دائم
سمجھو نہ ستون ہے کششِ نالہ و آہ

مرزا سلامت علی دبیرؔ اعلیٰ اللہ مقامہ